محبتِ اولیاء رحمۃ اللہ علیہم ذریعۂ محبتِ رب جل جلالہ

۹ صفر المظفّر ۱۴۴۸ھ / 24 جولائی 2026ء

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ لاہور

گزشتہ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: khutbatenizamia.com/ یا QR code سکین کریں:

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Follow our Acount
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ۔[مریم19:96]

اعمالِ صالحہ کی قدر و قیمت بارگاہِ الٰہی میں اُن کی قبولیت سے وابستہ ہے۔ ربِّ کریم کسی معمولی عمل کو شرفِ قبولیت عطا فرمادے تو وہ عظیم سرمایہ بن جاتا ہے اور دائمی سرفرازی کے لیے کافی ہوتا ہے، لیکن اگر وہ بے نیاز جَلَّ شَانُہٗ بڑی کوشش کو ردّ فرمادے تو ساری محنت رائیگاں جاتی ہے اور اُس کی کوئی وُقعت باقی نہیں رہتی۔

بعض اعمالِ صالحہ اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی محبوب و مقبول ہیں۔ اُن کاموں میں بظاہر زیادہ جِدّ و جَہد نہیں ہے، مگر ربِّ کریم اُن پر بے پناہ اِنعام واِکرام سے نوازتا ہے۔ یہ اُس کی شانِ بے نیازی کا اِظہار ہے کہ وہ جس عمل کو چاہے غیر معمولی مقام عطا فرمادے، اُسے کوئی پوچھنے والا نہیں کہ چھوٹے عمل پر زیادہ ثواب کیوں عطا فرمایا؟

اِنہی مقبول و محبوب اعمال میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے مَحبَّت کرنا بھی ہے۔ سیدنا ابوذرّ جُندُب غِفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، ارشاد فرمایا: أَتَدۡرُوۡنَ أَیُّ الۡأَعۡمَالِ أَحَبُّ إِلَی اللّٰہِ؟ ”کیا تم جانتے ہو کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟“ جواب میں کسی نے نماز، کسی نے زکوٰۃ اور کسی نے جہاد کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ أَحَبَّ الۡأَعۡمَالِ إِلَی اللّٰہِ الۡحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالۡبُغۡضُ فِی اللّٰہِ۔ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پیارا عمل یہ ہے کہ بندہ اُس کے لیے مَحبَّت کرے اور اُسی کے لیے بُغض رکھے (اللہ کے پیاروں سے پیار رکھے اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھے)۔“ (مسند احمد، حدیث: 21303، حسن لغیرہٖ) اللہ پاک کے پیاروں سے سچی مَحبَّت ہو تو اُن کی پیروی اور دین پر عمل کا جذبہ نصیب ہوتا ہے، چنانچہ یہ اُلفت خیرِ کثیر کا ذریعہ بنتی ہے؛ لہٰذا یہی سب سے پیارا عمل ہے۔ (لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، زیرِ حدیث: 5021، ملخصًا)

ایسے ہی حسین فرامین کے پیشِ نظر مسلمان اولیائے کرام علیہم الرحمہ سے مَحبّت و عقیدت رکھتے ہیں، اُن کے اَعراسِ مُبارَکہ کا اہتمام کرتے ہیں اور اُن کی ارواحِ طیّبہ کو مختلف ذرائع سے ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

دینی تقاضوں سے ناآشنا ہونے کی بنا پر بعض حضرات سچے اولیائے کرام کی پہچان نہیں کر پاتے یا محبّتِ اولیا کے نام پر شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ایسے حضرات کو بھی اپنی اِصلاح کرنی چاہیے؛ کیونکہ سچے ولی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ کریم ﷺ کے احکام کے پابند ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اطاعت و فرماں برداری کا درس دیتے ہیں۔

ماہِ صفر المظفّر میں کثیر اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اعراسِ مبارکہ کا انعقاد ہوتا ہے، اگر اِن میں شرعی تقاضوں کا لحاظ رکھا جائے تو تقریباتِ عرس فُیوض و برکات اور رحمتوں کی برسات کا ذریعہ ہیں۔ چنانچہ آج مَحبَّتِ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے متعلق گفتگو کی جائے گی۔

اولیائے کِرام رحمۃ اللہ علیہم کا تعارف

اولیائے کرام علیہم الرحمہ سے سچی مَحبَّت کے لیے سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ولی کسے کہتے ہیں؛ تاکہ ہم حقیقی اولیاء اللہ کی مَحبَّت وعقیدت سے فیض یاب ہوں اور دھوکے بازوں کے فریب سے محفوظ رہ سکیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قُرب اور مقبولیت ومحبوبیّت کے ایک اعلیٰ درجے کو "وِلایت" کہا جاتا ہے اور جو خوش نصیب اِس رُتبے پر فائز ہو اُسے "ولی" کہتے ہیں۔ قربِ الٰہی کے کئی درجے ہیں:

1) ایک درجہ ہر ایمان والے کو نصیب ہے؛ کیونکہ حدیثِ مبارک کے مطابق ربّ تعالیٰ ایمان صرف اُسے عطا کرتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے۔[1] رحمتِ خداوندی سے یہ درجہ ہمیں نصیب ہے، اللہ کرے مَرتے دم تک سلامت رہے!

2) قربِ الٰہی کا اِس سے اعلیٰ درجہ وہ ہے جو خاص مومنوں کو عطا کیا جاتا ہے، اِس مرتبے والے حضرات باقی مسلمانوں کی بہ نسبت زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔ اِس درجے کو "ولایت" کہتے ہیں اور یہ اِعزاز پانے والے کو "ولی" کہا جاتا ہے۔[2]

3) مخلوق میں سب سے زیادہ قرب ومحبوبیّت انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسۡلِیۡمَات کو عطا ہوئی ہے، اُن سے بلند شان والا نہ کوئی پہلے آیا تھا، نہ بعد میں آئے گا۔

4) اور انبیائے کرام میں سب سے اعلیٰ مقام سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جس درجۂ محبوبیت وقبولیت پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کو فائز فرمایا ہے وہ اوّلین وآخرین میں کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔

یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ جس طرح انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسۡلِیۡمَات کے باہمی درجات مختلف ہیں، اِسی طرح اولیائے عِظام کے آپس میں مَراتِب بھی بے شمار ہیں، سب سے اعلیٰ درجے کے ولی صحابۂ کرام اور اہلِ بیتِ عِظام رَضِیَ اللہُ عَنۡہُم ہیں۔

اگر اوصاف کے ذریعے ولی کو پہچاننا چاہیں تو صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے مختلف آیات واحادیث کی روشنی میں یوں پہچان کروائی: اللہ کا ولی وہ ہے جس کا عقیدہ صحیح ہو، فرائض ادا کرکے قربِ الٰہی حاصل کرے، اللہ کی فرماں برداری میں مشغول رہے، اُس کا دل اللہ تعالیٰ کی مَعْرِفت سے مُنوَّر ہو، اُس کا دیکھنا، سننا، بولنا اور دیگر تمام کام محض اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے ہوں۔

(تفسیر خزائن العرفان، زیرِ آیتِ یونس 62:10، ملخصًا)

بعض لوگوں نے وِلایت سے متعلق عجیب وغریب تصوُّرات قائم کر رکھے ہیں، لیکن حقیقت وہی ہے جو بیان کر دی گئی ہے۔

---

[1] المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 3671

[2] صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے لکھا: ولایت ایک قربِ خاص ہے کہ مولیٰ عزّوجلّ اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے۔ (بہارِ شریعت، ج:1 (الف)، ح:1، ص:264، مکتبۃ المدینہ)

مَحبّتِ اولیا کے فضائل

محبوبانِ الٰہی سے مَحبّت عظیم سعادت ہے، اللہ تعالیٰ جس بندے کو نوازنا چاہے اُسے اپنے پیاروں کی اُلفت عطا فرماتا ہے، پھر اِسے بے شمار دینی ودُنیاوی بھلائیوں کا ذریعہ بنادیتا ہے۔

ارشادِ ربّانی: خالقِ کریم نے فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا۔ "بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُنھوں نے نیک کام کیے عن قریب رحمٰن اُنھیں مقامِ محبوبیت عطا فرمادے گا۔" [مریم 96:19]

یعنی اُنھیں اپنا محبوب بھی بنالے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں بھی اُن کا پیار ڈال دے گا۔ چنانچہ اولیا کی مَحبّت اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرماتا ہے اور ہر ایک کے دل میں نہیں ڈالتا، بلکہ جس پر خاص کرم فرمانا چاہے اُسے یہ اِعزاز عطا فرماتا ہے۔

فرامینِ مُصطفَویّہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبیِ غیب دان ﷺ سے روایت کیا کہ قیامت کے دن ربّ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: أَیۡنَ الۡمُتَحَابُّوۡنَ بِجَلَالِیۡ؟ اَلۡیَوۡمَ أُظِلُّھُمۡ فِیۡ ظِلِّیۡ یَوۡمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّیۡ۔ یعنی "میری عظمت وجلالت کی خاطر (مجھے راضی کرنے کے لیے) آپس میں مَحبّت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج مَیں اُنھیں اپنے عرش کا سایہ عطا کروں گا / اپنی حفاظت وپناہ سے نوازوں گا، جب کہ میرے سایۂ عرش کے علاوہ کوئی سایہ نہیں / میری پناہ کے علاوہ کسی کی پناہ نہیں۔" (صحیح مسلم، حدیث:2566)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: کَیۡفَ تَقُوۡلُ فِیۡ رَجُلٍ أَحَبَّ قَوۡمًا وَّلَمۡ یَلۡحَقۡ بِہِمۡ؟ حضور! آپ اُس شخص کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں جو کسی قوم سے مَحبّت کرے، مگر اُن سے مِلا نہ ہو (اُسے اُن کی ہم نشینی میسّر آئی، نہ اُن جیسے اعمال کر سکا)؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلۡمَرۡءُ مَعَ مَنۡ أَحَبَّ۔ "انسان جس شخص سے مَحبّت کرے، اُس کے ساتھ ہو گا۔" (صحیح بخاری، حدیث:6169)

نگاہِ کرم کا ذریعہ: حضرت بایزید طَیفور بن عیسٰی بَسطامی اکابر اولیائے کِرام علیہم الرحمہ سے ہیں۔ آپ سے کسی شخص نے پوچھا: کوئی ایسا عمل بتایئے! جس کے ذریعے مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ آپ نے فرمایا:

- أَحۡبِبۡ أَوۡلِیَاءَ اللّٰہِ؛ لِیُحِبُّوۡکَ۔ قرب چاہتے ہو تو اولیاء اللہ سے محبت کرو! جب تمہارا پیار سچا ہو گا تو وہ بھی تم سے مَحبّت فرمائیں گے۔
- فَإِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنۡظُرُ إِلٰی قُلُوۡبِ أَوۡلِیَائِہٖ، فَلَعَلَّہٗ أَنۡ یَّنۡظُرَ إِلَی اسۡمِکَ فِیۡ قَلۡبِ وَلِیِّہٖ فَیَغۡفِرَ لَکَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کے دلوں پر خاص نگاہِ کرم فرماتا ہے، جب اُس کے ولی کے دل میں تمہارے لیے جگہ ہوئی تو ہو سکتا ہے تم پر بھی نگاہِ عنایت کرے اور تمہاری مغفرت فرمادے۔ (طبقات الاولیاء لابن الملقن، ص:400، مکتبۃ الخانجی۔ المستطرف فی کل فن مستظرف، ص:155، عالم الکتب)

بہر حال اولیائے کِرام علیہ الرحمہ کا سچا پیار انسان کی زندگی سنوار دیتا ہے اور اُس کا بیڑا پار کر دیتا ہے۔

اِظہارِ مَحبَّتِ اولیا کے شرعی طریقے

حقیقی معنوں میں اولیائے کرام علیہم الرحمہ سے مَحبَّت وعقیدت کی برکتیں حاصل کرنے کے لیے یہ بھی سیکھنا چاہیے کہ اُن سے مَحبَّت کا اِظہار کیسے کیا جائے اور اُن سے اُلفت کے تقاضے کیا ہیں؟ یہ اِس لیے ضروری ہے کہ بعض لوگ نادانی کی وجہ سے چاہت میں ایسے کام کرتے ہیں جنھیں اولیائے کرام ہرگز پسند نہیں فرماتے؛ کیونکہ وہ کام اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیبِ لبیب ﷺ کی ناراضی کا سبب ہیں۔

سچی مَحبَّت کے اِظہار کے چند اَہمّ ذرائع یہ ہیں:

1) **مَعِیّت واتّباع:** مَحبَّت کا بنیادی اُصول ہے کہ انسان جس سے پیار کرتا ہو اُس کی رِفاقت وسنگت کے لیے کوشش کرتا ہے اور جب مَحبَّت عُروج پر پہنچتی ہے تو بندہ خود کو اپنے محبوب کے رنگ میں رنگ لیتا ہے اور اُس کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔

اولیائے کرام علیہم الرحمہ سے سچی مَحبَّت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ بندہ اُن کی ہم نشینی اختیار کرے، اُن سے تربیت حاصل کرے اور اُن کے راستے پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ کریم ﷺ کی اِطاعت وفرماں برداری کرے۔

اِسی بات کا حکم خود ربِّ ذوالجلال نے ارشاد فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ! "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو!" [التوبۃ9:119]

حدیثِ قُدسی میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ۔ یعنی "یہ ایسے خوش نصیب ہیں جن کی برکت سے اِن کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی محروم ونامُراد نہیں رہتا۔" (صحیح بخاری، حدیث:6408۔ صحیح مسلم، حدیث:2689)

2) **تعلیمات کو عام کرنا:** اولیائے کرام علیہم الرحمہ کے ساتھ عقیدت کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ بندہ اُن کی تعلیمات کو عام کرے اور جس مقصِد کے لیے اُنھوں نے اپنی زندگیاں وقف کیں، اُسے آگے بڑھانے کی کوشش کرے۔ یہ اُنھیں خوش کرنے اور اُن سے فیض حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے بے شمار واقعات ہیں کہ اُنھوں نے اپنا مِشَن جاری رکھنے والوں پر خوشی کا اظہار کیا اور اُنھیں خوب نوازا، تاہم اِس بات کو ایک حدیثِ نبوی کے ذریعے سمجھ کر ایمان تازہ کیجیے!

یُوسُفِ اُمّت سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا خلاصہ ہے کہ قبیلہ مُضَر سے تعلق رکھنے والے کچھ حضرات بارگاہِ نبوی میں پیش ہوئے، اُن کی مَعاشی حالت انتہائی کمزور تھی، لباس بھی خستہ حال تھا اور کھانا بھی میسّر نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے تعاوُن کی ترغیب دلائی، چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حسبِ توفیق مختلف چیزیں حاضر کیں۔ رسولِ کریم ﷺ اتنا خوش ہوئے کہ راوی کہتے ہیں: رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَتَهَلَّلُ، كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ۔ مَیں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور خوشی سے اِس طرح چمک رہا تھا، جیسے وہ سونے کے پانی سے آراستہ چاندی کا ٹکڑا ہو۔ (صحیح مسلم، حدیث:1017)

محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے لکھا: یہ خوشی اس بات پر تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا اور تنگ دستوں کی ضرورت پوری کی۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم للقاضی عیاض، تحت الحدیث) آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے ذی شان علیہم الرحمہ سے نیاز مندی اور اُنھیں خوش کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ہم اُن کے حکم پر عمل کریں اور اُن کے مشن کو آگے بڑھائیں۔

3) **ایصالِ ثواب:** تحفہ دینے سے مَحبَّت بڑھتی ہے اور اولیائے کرام علیہم الرحمہ سے اُلفت کے اِظہار کا بھی یہ عمدہ طریقہ ہے کہ اُنھیں تحائف پیش کیے جائیں۔ زندہ شخص کو کیا تحفہ دیا جاسکتا ہے؟ یہ سب کو معلوم ہے۔ جن بزرگانِ دین کا وِصال ہو چکا اُنھیں تحائف پیش کرنے کا بہترین طریقہ ایصالِ ثواب ہے۔ ایصالِ ثواب کا مطلب ہے: ثواب پہنچانا۔ یعنی بندہ کوئی ایسا نیک عمل کرے جس پر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرماتا ہے، پھر دُعا کرے کہ اِلٰہی! تُو نے جو اجر و اِنعام عطا فرمایا وہ سب ہماری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے وسیلے سے انبیائے کرام علیہم السلام کو، پھر فلاں فلاں بزرگوں کو عطا فرما!

بندہ جتنے حضرات کو ثواب بھیجے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سب کی رُوحوں کو پہنچاتا ہے، حتّٰی کہ اگر تمام مسلمانوں کو ایصالِ ثواب کیا جائے تو رحمتِ الٰہی سے ہر ایک کو پورا پورا ثواب عطا ہوتا ہے اور سب کے برابر ایصالِ ثواب کرنے والوں کو بھی نوازا جاتا ہے۔

کبھی بھی عملِ خیر کا ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، بہترین ایصالِ ثواب وہ ہے جس کا فائدہ سب سے زیادہ ہو۔ چنانچہ اولیائے کرام سے اِظہارِ محبَّت کے لیے مختلف طریقوں سے ایصالِ ثواب کرنا چاہیے اور جن اُمور کا دینی فائدہ زیادہ ہو اُنھیں ترجیح دینی چاہیے۔

کسی بزرگ کا عُرس بھی ایصالِ ثواب کے لیے ہی منایا جاتا ہے۔ چنانچہ اعراسِ مبارکہ پر فقط وہ اعمالِ صالحہ کرنے چاہییں جن پر ثواب ملتا ہے، جو کام شریعت کے خلاف ہیں، اُن پر نہ تو ثواب عطا ہوتا ہے، نہ ہی اُن کا ایصالِ ثواب ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ عُرس کا حصہ بن سکتے ہیں۔ خلافِ شریعت کام پر تو گناہ ہو گا، پھر بزرگوں کی بارگاہ میں کس چیز کا تحفہ بھیجیں گے؟ نیز کیا وہ گناہ کے کام پر خوش ہوں گے؟

4) **ذکرِ خیر:** محبوبانِ الٰہی سے مَوَدَّت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اُن کی مبارک سیرت و دینی خدمات کا تذکرہ کیا جائے اور یہ فیض دوسروں تک بھی پہنچایا جائے۔ مقولہ ہے: عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ۔ نیکوں کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

5) **مَزار پر حاضری:** اولیاء اللہ سے نیاز مندی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اگر وہ وصال فرما چکے ہوں تو شریعتِ مطہرہ کے مطابق اُن کے مَزارات پر حاضری پیش کی جائے۔ وہ آنے والے کو پہچانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور اُس کی سفارش بھی فرماتے ہیں۔

بہتر طریقہ یہ ہے کہ پاؤں والی جانب سے حاضر ہوں اور چہرے کے سامنے تقریباً پانچ، چھ فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر درمیانی آواز میں سلام پیش کریں، پھر حسبِ موقع بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر ایصالِ ثواب کریں اور صاحبِ مَزار کے وسیلے سے ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا مانگیں، جب واپس جانا ہو تو سلام کر کے پاؤں والی سَمت سے ہی واپس آجائیں۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:9، ص:522، ملخصًا)

تعظیمِ اولیا کی برکات

مَحبَّتِ اولیائے کرام کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ اُن کی تعظیم و تکریم کا پورا لحاظ رکھا جائے۔ ولی کی ذات، اُس کے ارشادات، اُس کے تبرُّکات اور اُس کی نسبتوں کا احترام کیا جائے، خواہ اُس کی ظاہری زندگی کا دَور ہو یا وِصال کے بعد کا۔

احادیثِ مقدّسہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا احترام درحقیقت ربِّ ذوالجلال کی ہی تعظیم ہے اور اِس پر بارگاہِ الٰہی سے عظیم انعامات عطا ہوتے ہیں، اِس کے برعکس محبوبانِ خدا کی توہین و گستاخی درحقیقت بارگاہِ الٰہی کی بے ادبی ہے، جس کا نتیجہ دُنیا و آخرت کی تباہی ہے۔

تعظیم کی برکت: فقہ کے چار ائمہ میں سے ایک معروف امام حضرت امام احمد بن حنبل علیہما الرحمہ ایک مرتبہ بہتے پانی سے وُضو فرما رہے تھے، پانی کی بالائی جانب ایک اور شخص بھی وُضو کر رہا تھا۔ اُس نے سوچا کہ میرا استعمال شدہ پانی بہہ کر جس طرف جا رہا ہے اُس جانب ربّ تعالیٰ کے ایک محبوب بندے اور مسلمانوں کے پیشوا حضرت امام احمد وُضو فرما رہے ہیں، اُس کے دل نے یہ بات گوارا نہ کی اور وہ اُٹھ کر نچلی جانب آ گیا، جدھر کو امام صاحب کے وُضو کا پانی بہہ کر آ رہا تھا۔

اُس کی وفات کے بعد کسی نے اُسے خواب میں دیکھا اور پوچھا: خُدائے تَعَالٰی با تُو چہ کَرْد؟ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا؟ کہنے لگا: رَحْمَتْ کَرْد؛ بَداں حُرْمَتْ دَاشْتْ کہ اِمَامْ رَا کَرْدَمْ دَرْ وُضُو سَاخْتَنْ۔ یعنی مَیں نے ایک مرتبہ وُضو کرتے ہوئے امام احمد کا ادب کیا تھا، ربّ تعالیٰ نے اُس کی لاج رکھتے ہوئے رحمت فرمائی ہے اور بخش دیا ہے۔[1]

(تذکرۃ الاولیاء، شیخ فرید الدین عطّار، ذکرِ امام احمد بن حنبل، ص:138، مطبع محمدی، بمبئی)

توہین کی نَحوست: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے حدیثِ قدسی روایت کی کہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ فرماتا ہے: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔ ”جو میرے کسی ولی سے دُشمنی رکھے / اُسے اذیّت دے میرا اُس کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے۔“ (صحیح بخاری:6502)

آج بعض بدبخت افراد اسکالرز کے روپ میں بزرگانِ دین کا مذاق اُڑاتے ہیں، لوگوں کو اُن سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اِس طرح وہ دین کا کام کر رہے ہیں۔ اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے کہ بے ادب کبھی دین کا سچا نمائندہ نہیں ہو سکتا!

---

[1] نقل است کہ بر لبِ آبی وُضو مِیْ ساخْت و دیگرے بالائے اُو وُضو مِیْ ساخت. حُرمتِ امام را برخاست و زیرِ امام شد و وضو ساخت۔ چون آن مَرْدُ وفات کَرد اُو را بہ خواب دِیدَنْد۔ گُفْتَنْدْ: خُدائے تعالٰی با تُو چہ کَرد؟ گفت: رَحْمَتْ کَرْد؛ بَداں حُرْمَتْ دَاشْتْ کہ اِمام رَا کَرْدَمْ دَرْ وُضُو سَاخْتَنْ۔

بیعتِ اولیا کی وضاحت

اولیائے کرام سے مَحبَّت ووابستگی اور اُن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کا ایک طریقہ اُن کی بیعت کرنا بھی ہے۔

بیعت کا مفہوم ہے کہ کسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدِّد مواقع پر صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے بیعت لی، اِس کا ذکر قرآنِ کریم میں بھی ہے اور کثیر احادیثِ طیّبہ بھی اِسے بیان فرماتی ہیں۔ حضورِ اقدس ﷺ نے اسلام کی بیعت بھی لی، یعنی جب کوئی شخص مُشرّف بہ اسلام ہوتا تو آپ ﷺ اُس سے بیعت لیتے.... اسی طرح آپ ﷺ نے بیعتِ جہاد بھی لی، جس کا مطلب تھا کہ راہِ حق میں آخری سانس تک لڑیں گے اور میدان سے نہیں بھاگیں گے... نیز جانِ رحمت ﷺ نے تقوٰی کی بیعت بھی لی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے کر اعمالِ صالحہ پر استقامت اور گناہوں سے بچتے رہنے کا وعدہ کروایا۔[1]

اِسی سنّتِ صحابہ پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ وہ بزرگانِ دین کے ہاتھوں (یا اِس کے متبادل طریقے) پر گزشتہ گناہوں سے توبہ کرکے آئندہ استقامت اختیار کرنے کا وعدہ کرتے ہیں، اِسے ہی بیعت کہا جاتا ہے۔

مشائخ کی بیعت دو طرح سے ہوتی ہے:

1) بیعتِ برکت: یعنی فقط حصولِ برکت کے لیے کسی شیخ کے ہاتھ پر توبہ و بیعت کرنا۔ اُس پیر نے کسی اور کی بیعت کر رکھی ہوگی، یوں ہی چلتے چلتے اُس صحابی رضی اللہ عنہ تک بات پہنچ جائے گی جس نے رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ اِس بیعت کا کم از کم یہ فائدہ ہے کہ بندہ خود کو اُس لڑی میں پَرو دیتا ہے جس کا سِرا جانِ عالَم ﷺ کے دستِ مبارک میں ہے۔

2) بیعتِ ارادت: یعنی قربِ الٰہی کی اعلیٰ منازل طے کرنے کے لیے خود کو شیخ کے سپرد کر دینا اور مکمل طور پر اُس کا فرماں بردار بن جانا۔

جس پیر کی بیعت سے سلسلہ متّصل کرنا مقصود ہو اُس میں چار شرائط موجود ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ بندہ پیر نہیں ہو سکتا:

i. صحیح العقیدہ سُنّی مسلمان ہو۔ جس شخص کا عقیدہ صحیح نہیں وہ ولی نہیں ہو سکتا، پھر جب وہ خود گمراہ ہے تو دوسرے کو کیا راستہ بتائے گا!

ii. علمِ دین سے بہرہ مند ہو اور کم از کم اپنی ضرورت کے مسائل کا شرعی حل جان سکے۔ اَتائی (عطائی) ڈاکٹر (Quack doctor) سے علاج کروانا جان کے لیے خطرناک ہے اور جاہل پیر کو پیشوا بنالینا ایمان کے لیے اِس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔

iii. فاسقِ مُعْلِن نہ ہو۔ یعنی وہ علانیہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرتا ہو۔ جو خود سرِ عام گناہ کرتا ہو وہ بیعت کرنے والے کو کیسے توبہ کروائے گا!

iv. اُس کا سلسلہ صحیح طریقے سے رسول اللہ ﷺ تک متّصل ہو۔ اُسے کسی صاحبِ اجازت نے خلافت دی ہو، یوں ہی سلسلہ آگے بڑھے۔

غرضیکہ پیری مریدی اور بیعت کوئی رَسم نہیں، بلکہ ایک شرعی تقاضا ہے، جسے شریعت کے عین مطابق نبھانا لازم ہے۔

---

[1] شیخ کی ضرورت واقسام اور شرائط کی تفصیل، نیز بیعت کی اقسام اور اُن کے احکام جاننے کے لیے ملاحظہ کیجیے: فتاوٰی رضویہ، ج:21، ص:505 تا 520

حرفِ آخر: اولیا کی مَحبَّت سے کبریا کی رحمت

خلّاقِ عالَم جَلَّ جَلَالُہٗ بے نیاز ہے، وہ چاہے تو کسی معمولی عمل کو پسند فرما کر اُسے آسمانوں سے بھی اُونچی بلندی عطا کر دے اور چاہے تو بڑی کاوِش کو بھی ردّ کر کے رائیگاں فرما دے۔ وہ جو چاہے، جیسے چاہے کرے اُس سے باز پُرس کرنے والا کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لیے مَحبَّت کرنا اور اُسی کے لیے نفرت رکھنا اُن اعمال میں سے ہے جو ربِّ کریم جَلَّ شَانُہٗ کو بہت پسند ہیں اور اِس کی برکت سے مالکِ مہربان اپنے بندے پر بے انتہا کرم نوازی فرماتا ہے۔

''مَحبَّت للہ'' کی ایک اہم صورت اللہ تعالیٰ کے پیاروں، یعنی اولیائے کِرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے عقیدت رکھنا بھی ہے۔ محبوبانِ الٰہی کا پیار بے شمار بھلائیوں کا ذریعہ ہے، یہ اُلفت فقط پسندیدہ بندوں کو ہی عطا کی جاتی ہے اور احادیثِ کریمہ کے مطابق اِس مَودَّت کی سعادت پانے والوں کو روزِ قیامت خصوصی اِعزاز سے نوازا جائے گا۔

ماہِ صفر المظفّر میں کئی اکابر اولیائے کِرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اعراسِ مبارکہ منائے جاتے ہیں، اِسی مناسبت سے آج کے خطبے میں ''مَحبَّتِ اولیا... ذریعۂ رحمتِ کبریا'' کے زیرِ عنوان کچھ گزارشات پیش کی گئیں۔ چند اہم نِکات یہ ہیں:

1) وِلایت کا اسلامی تصوُّر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قُرب اور مقبولیت و محبوبیّت کے ایک اعلیٰ درجے کو ''وِلایت'' کہا جاتا ہے اور جو خوش نصیب اِس رُتبے پر فائز ہو اُسے ''ولی'' کہتے ہیں۔ اگر کسی شخص نے اپنے ذہن میں وِلایت یا ولی کا کوئی اور مفہوم بٹھا رکھا ہے تو اُسے فوری طور پر اپنی اِصلاح کرنی چاہیے۔

2) اکابر نے اوصاف کے ذریعے ولی کی پہچان یوں بتائی: اللہ کا ولی وہ ہے جس کا عقیدہ صحیح ہو، فرائض ادا کر کے قربِ الٰہی حاصل کرے، اللہ کا فرماں بردار ہو، اُس کا دل اللہ تعالیٰ کی مَعرِفت سے مُنوَّر ہو اور اُس کے تمام کام محض اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے ہوں۔

3) اولیائے کِرام علیہم الرحمہ سے سچی مَحبَّت کے چند تقاضے ہیں، مثلاً:

i. اُن کی ہم نشینی اختیار کر کے اُن سے تربیت حاصل کی جائے، پھر اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ.... اور اُس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فرماں برداری کی جائے۔

ii. اولیائے ذی شان علیہم الرحمہ کی تعلیمات کو عام کرنے اور اُن کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے بھرپور کوشش کی جائے۔ یہ اُنھیں خوش کرنے اور اُن سے فیض پانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

iii. جو اولیا وِصال فرما چکے ہیں اُنھیں ایصالِ ثواب کیا جائے، یعنی مختلف نیک اعمال بجالائے جائیں اور پھر بارگاہِ ربّ العزّت میں دُعا کی جائے کہ اِلٰہی! تُو نے جو اجر و اِنعام عطا فرمایا وہ سب ہماری طرف سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اور آپ کے وسیلے سے انبیائے کرام علیہم السلام کو، پھر فلاں فلاں بزرگوں کو عطا فرما!

iv. بزرگانِ دین کی سیرتوں کا مُطالَعہ کرنا، اُن کے حالات وواقعات اور اُن کی خدمات کو بیان کرنا اور سننا سنانا اُن کی مَحبَّت بڑھانے کا ایک مُؤثّر ذریعہ ہے اور اِس سے اُن کی پیروی کے شوق میں بھی اِضافہ ہوتا ہے۔

4) اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی کی تعظیم و تکریم کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔ اُن کی ذواتِ مبارکہ ہوں یا ارشادات، اُن کی نسبتیں ہوں یا تبرُّکات... ظاہری حیات ہو یا بعد از وِصال.. ہر اعتبار سے ادب و توقیر کا اہتمام کیا جائے اور بے ادبی سے مکمل پرہیز کیا جائے؛ کیونکہ پیاروں کی تعظیم درحقیقت اللہ تعالٰی کی تعظیم ہے اور اُن کی گستاخی بارگاہِ الٰہی کی بے ادبی ہے۔ بزرگوں کا مذاق اُڑانے والے اور اُن سے بدظنّ کرنے والے بدنصیب اسکالرز کبھی بھی دین کے نمائندے نہیں ہوسکتے۔

5) بزرگانِ دین کے اعراسِ مُبارَکہ کوئی میلے ٹھیلے نہیں ہیں، بلکہ یہ اُن کے ایصالِ ثواب کے لیے منائے جاتے ہیں؛ لہٰذا کسی بھی عرس پر شریعتِ مطہرہ کے مطابق فقط وہ اعمالِ صالحہ کرنے چاہییں جن پر ثواب ملتا ہے۔ جو کام شریعت کے خلاف ہیں، ان پر ثواب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو اُن کا ایصالِ ثواب کیسے ہوگا؟ مزید یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کیا صاحبِ عرس بزرگ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کی نافرمانی پر خوش ہوں گے؟

6) مَزاراتِ اولیا پر حاضری بے شمار برکتوں کا ذریعہ ہے۔ اِس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پاؤں والی جانب سے حاضر ہوں اور چہرے کے سامنے پانچ، چھ فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر درمیانی آواز میں سلام پیش کریں، پھر حسبِ موقع بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر ایصالِ ثواب کریں اور صاحبِ مزار کے وسیلے سے ربّ تعالٰی کی بارگاہ میں دُعا مانگیں۔

7) بیعت کا مفہوم ہے: کسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرنا۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت کی، اِسی طرح مسلمانانِ عالَم محبوبانِ خدا کے ہاتھوں پر بیعت کر کے سابقہ گناہوں سے توبہ اور آئندہ دین پر عمل کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ بیعت کوئی رَسم نہیں ہے، بلکہ شرعی تقاضا ہے اور شریعت کے مطابق صِرف ایسے پیر کی بیعت کی جاسکتی ہے جو:

- صحیح العقیدہ سُنّی مسلمان ہو۔
- علمِ دین سے بہرہ مند ہو اور کم از کم اپنی ضرورت کے مسائل جان سکے۔
- عَلانیہ گناہِ کبیرہ کا ارتِکاب نہ کرتا ہو۔
- اور اُس کا سلسلہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک صحیح طریقے سے متّصِل ہو۔

شرعی مسئلہ: صاحبِ مَزار کی رُوحِ پُرفُتوح کی تعظیم کے لیے مَزار پر چادر ڈالنا اچھا عمل ہے، تاہم:

- بیک وقت کئی چادریں ڈالنے کے بجائے نئی چادر کی رقم صاحبِ مزار کے ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ کر دینی چاہیے۔
- اگر چادر پر قرآنی آیات نَقْش ہوں تو اُسے بے وُضو چھونا گناہ ہے، یوں ہی عامیانہ طریقے پر اُسے گلے میں ڈال لینا بھی دُرُست نہیں۔
- چادر چڑھانے کے لیے چندہ مانگنا یا اَوباشوں کے طریقے پر ڈھول باجے اور رَقص کے ساتھ چادر لے جانا بھی جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے صدقے میں ہماری بخشش ومغفرت فرمائے اور ہمیں بھی مقبولانِ بارگاہ کے نقوشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی اطاعت وفرماں برداری کی توفیق عطا فرمائے!

خالقِ کائنات تمام اُمتِ مسلمہ کو ہر طرح کی آفات سے نَجات عطا کرے، خصوصًا اہلِ پاکستان کی مَعاشی مشکلات کو آسان فرمائے اور سیلاب سمیت تمام حوادِث کے نقصانات سے محفوظ رکھے!

قادرِ مطلق مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار فرمائے! اہلِ غزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اور اسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی وبیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، ملک کی تمام سرحدات کی حفاظت فرمائے! اِسے امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ کردے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!